بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ

قدس اللّٰہ سرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

فروری 2015ء / ربیع الثانی 1436ھ

جلد نمبر 7، شمارہ نمبر 2 - قیمت: 20 روپے

سالانہ ممبر شپ: 200 روپے - تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

- قتل انسانیت کی حرمت
- اسلام؛ دینِ امن وسلامتی
- پاکستان میں این جی اوز کا کردار
- حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
- پاکستانی تاریخ کا ایک نیا موڑ
- روسی معیشت کا بحران
- مجالس ؛ افاداتِ علم وحکمت
- حنیفیت ؛ مفہوم اور تقاضے
- حنیفیت ؛ مراکز اور روبہ عمل آنے کی حکمتِ عملی
- نبی اکرمؐ کا مکی دور؛ ہدف اور حکمتِ عملی
- ولی اللّٰہی دعوتِ فکر؛ مقاصد واہداف
- دل نیک، خیالات پاک اور زبان میٹھی رکھو
- خواتین کی لازوال جدوجہد
- حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کا سلیقہ دعوت وگفتگو
- حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ کا سانحۂ ارتحال
- حضرت آزاد رائے پوری کی کراچی آمد پر استقبال
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

رام پور کے مہمانوں میں سے ایک نے دریافت کیا کہ:

حضرت! قربِ خداوندی کا کیا مطلب ہے؟

حضرت والا نے فرمایا:

''رضائے خداوندی کے مطابق کام کرنے سے قربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے۔''

(انھوں نے) دریافت کیا کہ: حضرت! قرب کیسے؟

(حضرت والا نے) فرمایا: وہ جو (حدیث میں) آتا ہے کہ:

''میں اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں، اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں، جن سے وہ چلتا ہے۔''

(مجلس 12 رمضان المبارک 1365ھ/10 اگست 1946ء۔ مقام: رائپور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:138۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org

Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 موریہ خان سوسائٹی، عقب سٹار گیٹ
نزد ائیرپورٹ، شاہراہ فیصل، کراچی
0092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 1st, 111 فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تشریح: حضرت مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

قتلِ انسانیت کی حرمت

مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًاؕ
وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًاؕ (32:5)

(جو شخص کسی انسان کو بغیر کسی انسانی خون کے عوض یا بغیر ملک میں کوئی فساد برپا کرنے کے، قتل کر ڈالے، تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جو کسی انسانی زندگی کی بقا کا سبب بنا تو گویا اُس نے تمام نوعِ انسانی کو زندہ رکھا۔)

جو شخص کسی انسان کو بلا کسی انسانی خون کے عوض جو اس نے ناحق کیا ہو، یا بدون کسی شرّ و فساد کے، جو اس نے ملک میں برپا کیا ہو، قتل کر ڈالے تو یہ بے گناہ انسان کا قتل کر ڈالنا ایسا گناہ ہے، گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور جس شخص نے کسی بے گناہ انسان کو قتل ہونے سے بچا لیا تو بے قصور شخص کو بچا لینا ایسا ثواب ہے، گویا اُس نے تمام انسانوں کو بچا لیا۔ بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی قتل سے عام انسانوں کے قتل پر لوگوں کو جرأت ہو جاتی ہے اور عام بدامنی کو تقویت پہنچتی ہے۔ اس لیے ایک بے گناہ کا قتل ایسا ہی ہے، جیسے تمام انسانوں کو قتل کیا اور اس کے مقابل کسی بے گناہ انسان کا بچانا بھی ایسا ہی ہے، جیسے تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔ کیوں کہ نوعِ انسانی کی ہلاکت اور نوعِ انسانی کی بقا صرف جان کے عدمِ احترام اور احترام پر موقوف ہے۔ جس شخص کے دل میں انسانی جان کا احترام نہیں ہے، وہ گویا انسانیت کا دشمن ہے اور جس کے دل میں انسانی جان کی بقا کا جذبہ ہے، وہ گویا انسانیت کا خیرخواہ اور انسانیت کا حامی ہے۔ بعض حضرات نے اس طرح مطلب بیان کیا ہے کہ چوں کہ ایک بے گناہ کا قتل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے اور قاتل کے دوزخی ہونے کا سبب ہے۔ تو یہ چیز ایک آدمی کے قتل میں اور ہزار انسانوں کے قتل میں مشترک ہے۔ اس لیے فرمایا کہ ایک بے گناہ انسان کو قتل کرنا ایسا ہی ہے، جیسے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اسی طرح ایک بے گناہ انسان کو بچانے کا ثواب بھی ایسا ہی ہے، جیسا سب انسانوں کو بچا لیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فتنے کے زمانے میں حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا: میں آپ کی امداد کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ تاکہ آپ کے باغیوں سے جنگ کروں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا: ''اے ابوہریرہ! کیا تجھ کو یہ بات پسند ہے کہ تو سب لوگوں کو مار ڈالے اور ان کے ہمراہ مجھ کو بھی مار ڈالے۔'' ابوہریرہؓ نے عرض کیا: نہیں!۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تو نے اگر ایک آدمی کو مارا تو یہ ایسا ہی ہے، جیسے تو نے سب کو قتل کیا۔ میں تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ تو لوٹ جا اور کسی پر ہاتھ نہ اٹھا۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں: میں یہ سن کر قتال سے رُک گیا۔ سلیمان بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: یہ آیت بنی اسرائیل کے لیے ہے یا ہمارے لیے بھی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اس خدا کی قسم، جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، یہ آیت جیسی بنی اسرائیل کے لیے تھی، ویسی ہی ہمارے لیے ہے۔ کچھ بنی اسرائیل کی جان اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہماری جانوں سے زیادہ اکرم اور عزت والی نہ تھی۔ (کشف الرحمٰن، ج:1۔ ص:179۔)

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام؛ دینِ امن وسلامتی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰه عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ یَدِهٖ.'' (بُخارِی. کِتَابُ الإِیْمَان) عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِکٍ الْبَجْنِیِّ. أَنَّ فَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ حَدَّثَهٗ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: ''اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ.'' (سُنَنُ اِبنِ مَاجَه. بَابُ حُرْمَةِ دَمِ الْمُؤْمِنِ وَ مَالِهٖ)

(عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان صحیح سالم رہیں۔'' (ایک اور جگہ) عمرو بن مالک بجنی سے روایت ہے کہ فضالہ بن عبیدؓ نے بیان کیا کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن وہ ہے کہ لوگ (خواہ مسلم ہوں یا کافر) اپنی جان و مال کے بارے میں اُس سے مطمئن ہوں۔)

اسلام ایک امن دوست، امن پرور اور امن آفرین دین ہے، جس کے ایک ایک امر و نہی، حکم و حکمت اور علت و مصلحت، یعنی امن و محبت اور اخوت و مودّت اسی طرح پیوست ہے، جیسے گلاب کی پنکھڑیوں میں خوشبو اور ایک عمدہ پھل میں بہترین ذائقہ رچا ہوا ہوتا ہے۔ نیز اس کے ایک ایک جز سے بدامنی اور انتشار پسندی اسی طرح منقطع رہ گئی ہے، جس طرح سورج سے ظلمت اور چمکتے ہوئے دن سے اندھیری دور ہے۔ دیگر مذاہب نے بھی اگر امن کا پیغام دیا ہے تو اسلام نے امن کا صرف پیغام ہی نہیں دیا، بلکہ مکمل پروگرام بھی دیا ہے، جس سے اَور مذاہب کم و بیش خالی ہیں۔

اسلام امن کا پیغام محض مقامی، وطنی، قومی اور ملکی حد تک لے کر نہیں آیا، بلکہ عالمی اور آفاقی حد تک دنیائے انسانیت اور ساری اقوام و اُمم کو باہم شِیر و شکر بنا کر ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دینے کے لیے آیا ہے۔ ہمیں اصولاً اس سے انکار نہیں ہے کہ دنیا کے مذاہب نے انتشار اور بدامنی کو پسند نہیں کیا، لیکن مذاہب کی تاریخ سے یہ اندازہ کر لینا کچھ مشکل نہیں کہ اَور مذاہب نے اگر فتنہ انتشار سے بچایا ہے تو اسلام نے فتنہ انتشار کو جڑ بنیاد سے مٹایا ہے اور انسانی زندگی کے کسی بھی گوشے میں انتشار و فرقت کے جراثیم کو پھیلنے کا موقع نہیں دیا۔ اگر ''ایمان'' کے لفظ کو دیکھو جو اس دین کا اعتقادی عنوان ہے تو اس کا مادہ ہی ''امن'' ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ جہاں بھی پہنچے گا، اپنے مادے کو ساتھ ہی لے کر پہنچے گا۔ جو امن ہے۔ اور اس سے امن ہی کے آثار اور امن ہی کے ثمرات نمایاں ہوں گے، جو خود امن ہوں گے۔ پس اس دین کا بنیادی عنوان ایمان ہی امن کا ایک مستقل اعلان ہے۔ ادھر اسلام کے لفظ کو دیکھا جائے، جو اس دین کا عملی سرنامہ اور عنوانی لقب ہے تو اس کا مادہ ''سلم'' ہے۔ جس کا معنی ہی سلامتی اور امن کا ہے۔ جہاں بھی اسلام پہنچے گا، اپنے مادے سمیت ہی پہنچے گا۔ اور وہ سلامتی اور امن دوست ہوگا۔ (بقیہ صفحہ 12 پر)

www.rahimia.org

اداریہ

پاکستان میں این جی اوز کا کردار

ملک میں اجتماعی حقوق کی ادائیگی کا نظام قائم کرنا' ریاست اور حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کسی بھی معاشرے میں افراد کا اپنے سماجی حقوق سے محروم ہونا' دراصل اس ملک کے سیاسی نظام کی ناکامی (Failure) ہوتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں افراد اور خاندانوں کے معاشی مستقبل کے تحفظ کی دعوے دار انشورنس کمپنیوں، این جی اوز، فلاحی تنظیموں اور خیراتی اداروں کو اپنی ہر طرح کی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کی اجازت دینا' دراصل سرمایہ دارانہ نظام کی اپنی ناکامی کا اعتراف ہے۔ ورنہ مذکورہ اداروں کے مقاصد اور ترجیحات ملک میں موجود سیاسی و معاشی نظام کے فرائض اور ذمہ داریوں میں شمار ہوتے ہیں۔

این جی اوز کا اطلاق ایسی غیر سرکاری تنظیموں پر ہوتا ہے، جو چند لوگوں پر مشتمل گروپ سے وجود میں آتی ہیں، جو عالمی معاشرے سے اپنی ایسی ہمدرد عالمی این جی اوز سے رابطہ کرکے اُن کی فنڈنگ کو بروئے کار لاتے ہوئے بظاہر محروم انسانوں کی بھلائی کے لیے کوششوں کی دعوے دار ہوتی ہیں۔ انھیں Non government organization کہا جاتا ہے۔ جدید نوآبادیاتی دور کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کو تیسری دنیا کے پس ماندہ ملکوں میں اپنے سامراجی عزائم اور مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے آلۂ کار قوتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ قوتیں ہر دور میں اپنی ضرورت کو سامنے رکھ کر تخلیق کی جاتی رہی ہیں۔ آج کا عالمی سامراج جہاں تیسری دنیا کے ممالک کے سیاسی نظاموں کو وہاں کی حکمران پارٹیوں اور اپوزیشن کے ذریعے کنٹرول کرتا ہے، وہاں سماجی اور معاشرتی ڈھانچے کی روایات و اقدار پر ان این جی اوز کے ذریعے سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی تناظر میں بیش تر عالمی فنڈنگ سے چلنے والی این جی اوز ملک اور اسلام دشمن قوتوں کے ایجنڈے پر ہوتی ہیں۔ جو یہاں کے قومی اور سماجی اہم معاملات پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں اور اپنے پسندیدہ کرداروں کو امن کے نوبل انعام اور آسکر ایوارڈز وغیرہ سے بھی نوازتی رہتی ہیں۔ ان پروفیشنل خیراتی اداروں پر حکمرانوں اور سیاسی و مذہبی پارٹیوں کے خاندانوں سے ہی افراد کا ایک مخصوص طبقہ قابض ہوتا ہے کہ جہاں اُن کے خاندان ایک طرف تو حکومت اور سیاست سے سماجی برتری اور مالی فوائد کا حصول جاری رکھے ہوئے ہوتے ہیں، دوسری طرف انھوں نے این جی اوز کے غیر محدود فنڈز کو ہڑپ کرنے کے لیے انتہائی گھناؤنے طریقے ایجاد کر رکھے ہیں۔ جیسے کہ مختلف ناموں سے اِن این جی اوز کے کرتا دھرتا قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک مفادات اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے ہاں جس طرح سرکاری اداروں میں کرپشن کی وجہ سے کسی دیانت دار اہل کار کا کام کرنا محال ہے، ایسے ہی ان این جی اوز میں کسی دیانت دار افسر کے کام کرنے کے مواقع مسدود ہوتے ہیں۔ کیوں کہ مقامی ''مافیاز'' نے این جی اوز کا پورا نظام سائنٹفک دھاندلیوں پر قائم کر رکھا ہے۔ ایک سروے کے مطابق اس وقت پاکستان میں ایک لاکھ سے زائد این جی اوز کام کر رہی ہیں۔ جن پر کوئی کنٹرول اور چیک اینڈ بیلنس کا نظام موجود نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ بعض عسکری گروہوں نے ریاستی پابندی کے بعد اپنے آپ کو این جی اوز کے روپ میں ڈھال لیا ہے۔ مذکورہ بالا حقائق کے تناظر میں ایک قومی ذہن کے لیے ان کے پسِ پردہ محرکات کو نظر انداز کرنا مشکل ہے۔ (مدیر)

عظمت کے مینار

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

وسیم اعجاز، کراچی

ہندوستان کی تاریخ میں اٹھارہویں صدی عیسوی کا دور معاشرتی انتشار اور سیاسی اضمحلال کا دور خیال کیا جاتا ہے۔ ان ابتر حالات میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے سیاسی، معاشی اور معاشرتی زوال سے نکلنے کی جانب رہنمائی فرمائی اور اس کے اصول و نظریات متعارف کروائے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۴؍شوال ۱۱۱۴ھ / 21؍فروری 1703ء میں ضلع مظفر نگر (یوپی) کے ایک گاؤں پھلت میں اورنگزیب عالمگیر کی وفات سے چار سال قبل پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والدِ محترم حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کا شمار ہندوستان کے عظیم المرتبت علمائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپؒ نسباً فاروقی تھے۔ شاہ ولی اللہ پانچ برس کی عمر میں اپنے والدِ گرامی کے قائم کیے ہوئے مدرسہ رحیمیہ میں داخل ہوئے۔ شیخ محمد فاضل سندھیؒ سے قرآنِ حکیم پڑھا اور سات برس کی عمر میں حفظ کرلیا۔ 1713ء میں دس سال کی عمر میں عام مطالعے کا آغاز کیا۔ دینی تعلیم شاہ عبدالرحیمؒ سے حاصل کی۔ علم حدیث کی تعلیم مولانا محمد افضل سیالکوٹیؒ اور اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ سے حاصل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں دستارِ فضیلت باندھی گئی اور اپنے والد شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ 17 سال کی عمر میں والدِ گرامی نے آپؒ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور اسی سال 1718ء میں شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کا وصال ہوتا ہے۔ 17 سال شاہ عبدالرحیمؒ کے زیرِ تربیت رہنے کے بعد 12 سال تک مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس اور تعلیم و تربیت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپؒ کا دور معاشرتی اضمحلال کا دور تھا۔ مختلف طبقات کی سرکشی، مرہٹوں اور سکھوں کے خون ریز مظالم، نادر شاہ ایرانی کا دِلی میں قتلِ عام، اُمرا کی کشمکش، انگریزی اقتدار کا آغاز، اقتصادی عدمِ توازن، طبقاتی تقسیم اور نظام کی فرسودگی ایسے امراض نے سماج کو گھیرا ہوا تھا۔ عدمِ استحکام کا یہ عالم تھا کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی زندگی میں 10 بادشاہ تخت نشین ہوئے۔ ان حالات کا شاہ صاحبؒ نے بہت گہرائی سے مطالعہ و مشاہدہ کیا۔

۱۱۴۳ھ/1731ء میں حجِ بیت اللہ کی غرض سے حجاز روانہ ہوئے، جہاں انھوں نے معروف عالمِ دین شیخ ابوطاہر مدنیؒ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ صاحبؒ فرماتے تھے کہ: ''ولی اللہ مجھ سے الفاظ کی سند لیتے ہیں اور میں ان سے معانی کی سند لیتا ہوں۔'' اس دوران یورپ اور ایشیا کے زائرین سے مسلسل ہندوستان اور بین الاقوامی حالات سے واقفیت حاصل کرتے رہے۔ اجتماعی مسائل کا حل فکّ کلّ نظام (یعنی سیاسی، معاشی اور سماجی زندگی کے ہر شعبے میں ہمہ گیر تبدیلی) کی شکل میں ۱۱۴۴/1731ء میں پیش کیا۔ 14 ماہ حجاز میں قیام کے بعد ۱۴؍رجب ۱۱۴۵ھ/9؍جولائی 1732ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔ (بقیہ صفحہ 9 پر)

www.rahimia.org

قومی منظرنامہ

محمد عباس شاد، لاہور

پاکستانی تاریخ کا ایک نیا موڑ

ملکوں کی تاریخ میں قومی سوچ اور حقیقی نظریے کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ قومیں سوچ اور نظریے کے بغیر ریت کی دیوار ثابت ہوتی ہیں۔ حوادث کا کوئی ایک ہلکا سا جھونکا انھیں بہا کر اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور ان کے فرسودہ قومی ڈھانچے کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ جب کہ وہ قومیں جن کی شیرازہ بندی حقیقی سوچ اور درست نظریے پر ہو چکی ہوتی ہے، وہ حادثات کی بھٹّی سے کُندن ہو کر نکلتی ہیں اور تاریخ میں امر ہو جاتی ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارا ملک عالمی سامراج کی چراگاہ بنا ہوا ہے، جس کے نتیجے میں ہماری مسجدیں، تعلیمی درس گاہیں، بازار اور مارکیٹوں میں معصوم اور نہتے انسان؛ دشمن کے نشانے پر ہیں۔ گزشتہ پینتیس سالوں سے ہم ایک ایسی ''بے چہرہ'' جنگ کا شکار ہیں، جس میں کئی ایک ''نقاب پوش'' فریق شریکِ جنگ ہیں، جن کے تعین کا وقت آپہنچا ہے۔ خصوصاً سانحۂ پشاور کے بعد قوم ایسے موڑ پر آ کھڑی ہے کہ جہاں وہ ہر صورت ''نقاب پوش'' چہروں کے نقاب نوچ کر انھیں دنیا کے سامنے بے نقاب کرنا چاہتی ہے۔ یہ مرحلہ قوم کے باشعور حلقوں سے انتہائی اہم رول کا تقاضا کر رہا ہے کہ پُرانے بازی گر قوم کو ایک بار پھر اپنی نظریاتی قلابازیوں سے دھوکا دینا چاہتے ہیں اور قوم کو کسی متحدہ اور متفقہ پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے بجائے افتراق اور تشتّت کی راہ دکھا رہے ہیں۔ ایسی ایسی بحثوں کا آغاز کر دیا گیا ہے کہ جس میں اصل نقطۂ نظر گم ہو کر خلطِ مبحث کا شکار ہوتا نظر آرہا ہے۔ اس وقت قوم کا اصل مسئلہ دہشت گردی پر قابو پا کر امن وسلامتی کے عمل کو پائیدار بنانا ہے۔ اس عمل میں ہر قسم کی رُکاوٹ کے خلاف متحد ہو کر کندھے سے کندھا ملا کر روٹھے ہوئے امن و آشتی کو منایا جائے۔ لیکن جو قوتیں دہشت گردی سے پیدا ہونے والے معاشی، سیاسی اور سماجی مفادات کے مضبوط رشتوں میں بندھی ہوئی ہیں، وہ کسی طور پر بھی اس بیل کو منڈھے چڑھتا نہیں دیکھنا چاہتیں۔ وہ اپنے مرتے ہوئے مفادات کو ''اسلام کو لاحق خطرات'' کا عنوان دے کر ایک بار پھر قوم کا جذباتی استحصال کرنا چاہتی ہیں۔ کونوں کھدروں میں چھپے امن دشمن عناصر کو تلاش کرنے کے عمل کو ''اسلامی مدارس'' کے وجود کے لیے خطرہ قرار دینے کو بے موقع کی راگنی کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ برعظیم ہندو پاک میں مدارسِ عربیہ ایک بہت بڑی حقیقت رہے ہیں۔ اُن کے تعلیم یافتہ افراد نے ہماری قومی تحریکِ آزادی میں شان دار کردار ادا کیا ہے۔ مدارس میں موجود نصابِ تعلیم میں تبدیلیاں ہر عہد میں موضوعِ بحث رہی ہیں، جنھیں اہلِ علم انتہائی سلیقہ مندی اور علمی وجاہت کے ساتھ پیش کرتے رہے ہیں۔ مدارس کے نصابِ تعلیم سے زیادہ وہاں موجود ذہنیت قابلِ توجہ ہے۔ مدارس میں جس طرح کا چاہیں؛ جدید ترین نصابِ تعلیم مرتب کر لیا جائے، لیکن وہاں کے ذہنوں میں موجود انتہا پسندی، تشدد، فرقہ پرستی اور نفرت کے نظریات کو اگر ختم نہ کیا جائے تو نصاب کی تبدیلی سے کوئی بڑا اور پائیدار مقصد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس صورتِ حال کے سُدھار میں شامل تمام قوتوں کو تاریخ کے اس نئے موڑ پر صبر وتحمل اور قومی شعور کا مظاہرہ کرتے ہوئے آنے والے حالات کا درست ادراک کرنا ہوگا۔ تاکہ قوم ایک نئے پُرامن دور کا آغاز کر سکے۔

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

روسی معیشت کا بحران

روس اس وقت معاشی بحران کا شکار ہے۔ کیوں کہ اس کے بجٹ کا 70 فی صد دار و مدار تیل اور گیس کی برآمد پر ہے۔ امریکا چوں کہ شام اور دیگر محاذوں پر شکست کھانے کے بعد روس سے بدلہ لینا چاہتا ہے، اس لیے اس نے عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں گرادی ہیں۔ اگرچہ اس وقت وہ 110 ڈالر سے گرا کر صرف 50 ڈالر فی بیرل تک لے آیا ہے، لیکن اس وقت وہ اسی پر قناعت نہیں کرے گا، بلکہ اس کی کوشش ہے کہ وہ 40 تا 45 ڈالر تک یا اس سے بھی کم سطح پر لے جائے، تاکہ روس کے لیے زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔

2/ اکتوبر 2014ء کو روس کے مرکزی بینک نے تجارتی بینکوں کو مالیاتی تعاون فراہم کرنے کے لیے ایک کھرب گیارہ ارب روبل کی قسط جاری کی ہے۔ تجارتی بینک اس رقم سے برآمد کنندگان کو روسی کرنسی روبل فراہم کریں گے۔ تاکہ وہ وسط مدتی، یعنی وصولیوں کی آمد تک ان کی فنڈ کی کمی کو پورا کر سکیں۔ یہ اتنی بڑی رقم تھی؛ جو اس سے پہلے کبھی یک مشت جاری نہیں کی گئی۔ اس وقت روس کی GDP (گراس ڈومیسٹک پراڈکٹ) یعنی کل خام ملکی پیداوار کا سائز 1 کھرب 85 ارب ڈالر کا ہے۔ چوں کہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے مشینیں استعمال ہوتی ہیں اور وہ گھستی بھی ہیں اور حکومت ٹیکس بھی وصول کرتی ہے، لہٰذا ان دونوں مدات کے لیے اخراجات منہا کرنا پڑتے ہیں، جنھیں براہِ راست ٹیکسز اور مشینوں کی فرسودگی کے اخراجات کہا جاتا ہے۔) روس کے مرکزی بینک نے دسمبر 2014ء کے پہلے ہفتے میں شرحِ سود کو بڑھا کر 10.5 سے 17 فی صد کر دیا تھا۔ اس سے ادھار دینے کا عمل مہنگا ہو گیا، لیکن اس کا بنیادی مقصد تو روبل کی گرتی ہوئی ساکھ کو بچانا تھا۔ گزشتہ ماہ کی رپورٹ کے مطابق روس اپنے 490 ارب ڈالر کے ذخائر میں سے 100 ارب ڈالر کھو چکا ہے۔ جیسے جیسے کسی ملک کے زرِ مبادلہ کے ذخائر کم ہوتے جاتے ہیں، اس کی معاشی حالت ویسے ویسے ابتر ہوتی جاتی ہے۔ روس کے مرکزی بینک نے مالیاتی منڈی میں اپنی کرنسی کی ساکھ کو بچانے کے لیے درجِ ذیل اقدامات اختیار کیے ہیں: 1۔ مارڈگیج بانڈز: ان سے مراد ایسے دستاویزات ہیں، جو جائیداد کو رہن رکھنے کے لیے جاری کیے جاتے ہیں۔ 2۔ انفراسٹرکچر بانڈز: حکومت جب عوام کی مدد سے بڑے بڑے منصوبے تعمیر کرنا چاہے تو ان مخصوص منصوبوں میں عوام کی مالیاتی شرکت کا اہتمام کرے تو اس سلسلے میں ایسے بانڈز کا اجرا کرتی ہے۔ 3۔ غیر ملکی زرِ مبادلہ کی واپسی: روس کے زرِ مبادلہ کے ذخائر جو بیرونی دنیا کے اداروں میں بطور سرمایہ کاری کیا گیا تھا، انھیں واپس لا کر اپنی معاشی حالت کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ مرکزی بینک کے نائب چیئرمین جناب الیگزے یولییکوف کے مطابق ہماری کوشش ہے کہ روبل کو دباؤ سے نکالا جاسکے۔ کیوں کہ مذکورہ اقدامات سے ملک میں کرنسی کی فروخت کے ذریعے مالیاتی منڈی میں روبل کی گرتی ہوئی ساکھ کو بچایا جاسکے۔ درج بالا اقدامات سے لوگ ان سیکیورٹیز میں جب سرمایہ کاری کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں عوام کا جمع شدہ سرمایہ حکومت کے پاس آجاتا ہے۔ جس سے اس کے فنڈز میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ معاشی بحران سے نکلنے میں سہولت محسوس کرتی ہے۔

مجالس : افاداتِ علم وحکمت

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے قیام سے ہی یہ روایت موجود رہی ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری مدظلہٗ کے ساتھ احباب کی استفادہ نشست ہوتی ہے۔ جنوری 2015ء کے شمارے سے ان افادات کو شائع کر کے ہم مجلّہ رحیمیہ کے تمام قارئین کو اس استفادہ نشست میں شامل کر رہے ہیں۔ اس مجلس کی ریکارڈنگ اور جمع وترتیب کے فرائض قاری عبدالرشید صاحب نے انجام دیے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ادارہ کو اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ (مدیر)

مجلس نمبر1/2۔07نومبر2014ء - مقام: ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور

سوال: دینِ اسلام میں عقل وشعور کی کیا اہمیت ہے؟

حضرت اقدس: عقل وشعور بڑی نعمت ہے۔ اللہ پاک نے جب عقل پیدا کی اور سب سے آخر میں پیدا کی، ساری مخلوق پیدا کردی، انسان بھی بن گیا۔ اُس عقل کو مخاطب کر کے اللہ میاں نے کہا۔ حدیثِ قدسی ہے: ''اَقْبِلْ! فَاَقْبَلَ'' سامنے آؤ، تو وہ سامنے آئی۔ اس کے بعد فرمایا: ''اَدبِر! فَاَدْبَرَ'' پیچھے چلی جاؤ! وہ پیچھے چلی گئی۔ اللہ میاں نے عقل سے کہا کہ: اے عقل میں انسانوں کے ساتھ معاملہ تیری بنیاد پر کروں گا۔ جس کی عقل آگے ہوگی، اُس کے ساتھ ویسا نتیجہ ہوگا۔ اور جس کی عقل پیٹھ پھیر کر پیچھے چلی گئی، وہ فارغ ہوگیا۔ اُس کے ساتھ ویسا معاملہ کروں گا۔ اس لیے عقل وشعور کا حاصل کرنا، دنیا اور آخرت میں بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر جتنے پروگرام ہوتے ہیں، عقل مارنے کے لیے۔ اس لیے عقل مار پروگراموں سے بچنا چاہیے۔ جو بھی عقل مار پروگرام پیدا کریں۔ صحافی کریں، مولوی کریں، پیر کریں، شیعہ کریں، سنی کریں، دیوبندی کریں، تبلیغی کریں یا کوئی بھی کریں، حتیٰ کہ انقلاب کے نام پر ڈرامہ باز کریں، اُن کو بھی عقل وشعور سے دیکھنا ہوگا۔

سوال: علمائے حق کی وراثت کے دعوے دار بہت سی جماعتیں ان کے نظریے سے منحرف ہوگئیں اور عقل وشعور استعمال نہیں کرتیں۔ اس سے مایوسی ہوتی ہے؟

حضرت اقدس: جب نبی آتا ہے تو اُن کے بعد اُن کے ناخلف پیدا ہونے کی وجہ سے اُن کی تعلیم مسخ ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورت مریم میں انبیاؑ کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد فرمایا: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (59:19) ان کے بعد جو نااہل وارث آئے نمازیں بھی ضائع کیں، اور خواہشات کے پیچھے پڑ گئے۔ ایسے ماحول میں تو اگلے نبی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور حضورؐ کے بعد نبی نہیں آئے گا۔ حضور کے بعد حضورؐ کے خلفا ہوں گے۔ اور وہ خلفا وہی کام کریں گے، جو نبی نے کیا۔ اور جو نااہل پیدا ہوں، اُن کو راستے سے ہٹائیں اور دوبارہ دین کی تجدید کریں۔ اب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جو کام کیا تھا، اُس میں پچاس سال کے بعد زوال آیا تو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ نے اُس دین کو دوبارہ زندہ اور طاقت ور بنادیا۔ آج اگر زوال آگیا تو اس کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ زوال پذیر جماعتوں کے پیچھے دوڑنا شروع کردیں اور ہمارے اندر مایوسی پیدا ہونے لگے۔ ایسے وقت میں زیادہ عقل وشعور کے ساتھ اس چیز کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آج کچھ لوگ تو مولانا الیاس صاحبؒ کا نام بڑی عقیدت سے لیتے ہیں۔ کچھ لوگ حضرت نانوتویؒ اور مولانا رشید احمدؒ کے نام سے سیمینار کرتے ہیں۔ اصل تو ان لوگوں کا کردار دیکھنا ہے۔ کیا ان کے اندر اِن حضرات کا نظریہ ہے؟ کہیں اُن کے ناخلف وارث تو نہیں بن گئے۔ نااہل تو نہیں ہوگئے۔ یہی تو مایوسی دور کرنے کا طریقہ ہے۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ تو کیا اس طرح ہونے سے نظریہ چھوڑ دیا جائے؟ نہیں! بلکہ اگر ایسا ہو تو زیادہ عقل وشعور اور توانائی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: دینی حوالے سے سیاسی عقل وشعور کا صحیح مطلب اور مفہوم کیا ہے؟

حضرت اقدس: کسی بھی چیز کا شعور حاصل کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کوئی آپ کو دھوکا نہ دے سکے۔ آپ بازار میں جا کر گھوم پھر کر کسی چیز کے بارے میں شعور حاصل کرتے ہیں، اس لیے تاکہ کوئی دوکان دار آپ کو کسی چیز میں دھوکا نہ دے سکے۔ ریٹ معلوم کرنا اس لیے تھوڑا ہوتا ہے کہ ہر آدمی نے جا کر دوکان کھولنی ہے۔ اُسے بہ حیثیت صارف اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے شعور کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی ہر آدمی، ہر شہری کو اپنے سیاسی حقوق کے تحفظ کے لیے شعور کی ضرورت ہے۔ یہ مطلب ہے کہ شریعت، طریقت اور سیاست کا شعور ہو۔ تاکہ آپ کسی کے لیے آلہ کار کے طور پر استعمال تو نہ ہوں۔ اب مزدور یونین ہے۔ اگر سامراجی مقاصد کے لیے استعمال ہو رہی ہے تو یہ خرابی ہے۔ مولویوں کا گروپ ہے۔ وہ مفادات کی سیاست کے لیے آلہ کاری کا کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ غلط بات ہے۔ ڈاکٹر، انجینئر اور پروفیسر کسی طاغوتی طاقت کا آلہ کار بن کر جلوس نکال رہے ہیں۔ یہ کیا ہے۔ یہی تو خرابی کی بات ہے۔

تبلیغی جماعت تو بنائی تھی حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ نے اس لیے کہ میوات کے لوگوں کو جمعیت علمائے ہند اور حضرت مدنیؒ کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔ انگریز کے خلاف اُن کے اندر ایک خود ہمتی، شعور اور عقل پیدا ہو۔ تاکہ انگریز ان کو اپنے مفادات کے لیے استعمال نہ کرے۔ اب اس کام یا مقصد کے لیے جماعت بنائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک دفعہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ رائے پور آئے تو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے فرمایا: ''وہ دیکھو جو جمعرات کے دن جو لوگ دیگیں پکا کر لاتے ہیں، اُن کا ذرا جائزہ لینا۔ وہ چاہتے کیا ہیں؟'' تو حضرت دہلویؒ نے وہاں جا کر جائزہ لیا تو اگلی دفعہ جب رائے پور آئے تو حضرت رائے پوری ثانیؒ سے فرمایا کہ: ''حضرت! آپ نے درست فرمایا۔ یہ جو بڑے بڑے مسلمان مال دار لوگ دیگیں پکا کر لاتے ہیں، یہ مجھے کہتے ہیں کہ یہ جو حضرت (مولانا سید حسین احمد) مدنی ہیں، ان کی سیاست تو ٹھیک نہیں ہے۔ یہ مجھے سیاسی طور پر حضرت مدنی سے کاٹنا چاہتے ہیں۔ جو انگریز کے وفادار مسلمان ہیں، اُن کے ساتھ جوڑا جائے۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ: ''ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا۔'' یہ ہے عقل وشعور کی بات۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابعؒ و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حنیفیت؛ مفہوم اور تقاضے

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 14 / مارچ 2014ء کو ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حکیم کی آیت قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ (108:9) کے تناظر میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے:

''معزز دوستو! دنیا میں انبیا علیہم السلام کی بعثت اس مقصد کے لیے ہوتی ہے کہ وہ انسانوں کو ناکامیوں اور نامرادیوں سے نکال کر دنیوی اور اُخروی کامیابی کی منازل طے کرواتے ہیں۔ علمی اور فکری طور پر انسانیت کی ترقی کے اصول اور ضابطوں کی نشان دہی کرتے ہیں اور انسانیت کو اپنی عملی جدوجہد اور کوشش سے یقینی کامیابی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ انسانیت کی کامیابی کی صحیح اور سیدھا راستہ امام انسانیت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے۔ آپؑ نے انسانیت کو ترقی دینے کے بنیادی اساسی اصول واضح کیے۔ حنیفیت آپؑ کی بنیادی خصوصیت ہے۔ اور حنیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان پراگندہ خیالی سے نکل کر نظری اور فکری حوالے سے یکسو ہو جائے۔ بدعملی اور بے عملی کے ماحول سے نکل کر ایک واضح عمل اور کردار کا اپنے لیے تعین کر لے۔ دنیا کا چھوٹے سے چھوٹا کام توجہ مانگتا ہے، یکسوئی کا تقاضا کرتا ہے۔ اور عمل کی یکسانیت کا مطالبہ کرتا ہے۔ جب تک عمل میں تسلسل اور یکسانیت نہ ہو تو کوئی کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے عام انسانیت کے سامنے اسی فکر اور نظریے کو بڑے واضح اور دوٹوک انداز میں منتقل کیا ہے۔ انسانی قلوب کو اس کے مطابق ڈھالا ہے۔ ان کے دل و دماغ میں ایک ربط پیدا کر کے انسانیت کی ترقی کی راہیں کھولی ہیں۔ انسانی روح کیا ہے؟ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: انسانی روح تین دائروں پر مشتمل ہے۔ خود نفس انسانی ہے، اس کا قلب اور اس کی عقل۔ یہ تینوں انسانی روح کے بنیادی دائرے اور لطائف ہیں۔ جب یہ یکساں طور پر ایک نظریے اور فکر پر یکسو اور ایک عمل پر متفق ہو جاتے ہیں تو انسان میں ''حنیفیت'' کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یکسوئی آ جاتی ہے۔ یعنی اس کے جسم کے اعضا، اس کا دماغ اور عقل کے سوچنے کا عمل، اور اس کے قلب کی جرأت اور ہمت، عزم و ارادہ، یہ تینوں یکساں ہو جائیں، ایک نقطے پر مرتکز ہو جائیں، ان کی عملی اور علمی صلاحیتیں ایک محور کے گرد گھومنے لگیں، اسی کا نام حنیفیت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے انسانی روح کو خداشناسی کا ذریعہ بنایا تو دراصل اس کی عقل، قلب اور نفس میں یہی صلاحیت و استعداد بیدار کی۔''

حنیفیت؛ مراکز اور رُوبہ عمل آنے کی حکمتِ عملی

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''اس حنیفی تحریک کا مرکز و منبع دنیا کا اس زمانے کا مہذب مرکز حجاز اور فلسطین کو بنایا گیا۔ یہ مراکز دنیا کی تجارتی شاہراہ پر واقع تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں مراکز پر اپنے دو نمائندے حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بٹھایا۔ حجاز میں بیت اللہ الحرام اور فلسطین میں بیت اللہ المقدس۔ ان دونوں پر دو بیٹوں حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کا تقرر ہوا۔ حضرت اسحاقؑ نے اس انسانی روح کی ترقی کا جو مرکز فلسطین میں قائم کیا، اس کی ارتقائی شکل حضرت یوسف علیہ السلام کی جدوجہد اور کوشش ہے کہ جب وہ ایک گاؤں اور دیہات سے نکل کر افریقا کے ملک پر مصریت، یعنی تمدن و تہذیب، سویلائزیشن کی تشکیل کے لیے کردار ادا کرتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ وہ فرد ہیں کہ جنھوں نے انسانی سوسائٹی کو تہذیب بخشی۔ سیاسی، معاشی اور سماجی حوالے سے انسانیت کی ترقی کی راہیں کھولیں۔ فکر و عمل کی یکسانیت نے ایک ایسا قومی انقلاب برپا کیا، جس نے افریقا اور مغربی ممالک میں ترقی اور انقلاب کا ایک نیا پہلو، نیا دروازہ کھول دیا۔ قرآن حکیم نے اس کا تذکرہ سورتِ یوسف میں کیا ہے۔

یہ تو اسرائیلی تحریک کے نمائندے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپؐ نے بھی انسانیت کو ایک نئی بین الاقوامی تہذیب و کلچر سے، دنیا کی ترقی کے ایک نئے راستے سے متعارف کرایا۔ آپؐ نے مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ میں ایک ریاست قائم کر کے مدنیت اور تمدن کا ایک نیا دائرہ تشکیل دیا۔ ''یثرب'' کو ''مدینہ'' بنایا ان دونوں انبیا علیہما السلام کی جدوجہد میں قومی انقلاب کے حوالے سے یکسانیت پائی جاتی ہے۔ حضرت یوسفؑ نے کن مشقت آمیز مرحلوں میں مصر میں نئی سوسائٹی کی تعمیر و تشکیل کی، اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ کر کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن حکیم میں کہا: آپ ان سے کہہ دیجیے! قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ یہ میرا راستہ ہے۔ مکہ مکرمہ میں جب کہ ابھی مدینہ منورہ جانا نہیں ہوا، نبی اکرمؐ نے اپنی دعوت کا بنیادی رخ متعین کر دیا کہ میری دعوت یہ ہے کہ جو کام یوسفؑ نے مصر میں کیا تھا، وہی کام مجھے قومی سطح پر یہاں کرنا ہے۔ مکے کی طاقت ور قوتوں کے سامنے گویا کہ یہ ایک چیلنج ہے۔ دنیا کے ظلم و جبر کے ماحول میں واقعات و حکایات کے ضمن میں انقلابی افکار پروان چڑھتے ہیں۔ بہت سے انقلابات کے پس منظر میں ان حکایات اور قصوں کا بنیادی عمل دخل ہے، جنھوں نے انقلابی شعور پیدا کیا۔ لکھنے والے اپنا حکمت آمیز کلام قصوں اور واقعات کے ضمن میں بیان کرتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے اس واقعے میں دراصل نبی اکرمؐ کی انقلابی حکمتِ عملی واضح کر دی گئی اور بتلا دیا گیا کہ جو عقل مند اور باشعور افراد ہیں، وہ اس واقعے کے ضمن میں سمجھ سکتے ہیں کہ آپؐ کے بنیادی مقاصد کیا ہیں۔ گویا کہ مقصد بعثتِ نبویؐ؛ حضرت یوسفؑ کے طرز پر انسانی معاشرے میں ایک ایسی مضبوط، مستحکم حکومت قائم کرنا ہے، جو سیاسی، معاشی اور عمرانی دائرے میں انسانیت کی ترقی کے لیے کردار ادا کرے۔''

www.rahimia.org

نبی اکرمؐ کا مکی دور؛ ہدف اور حکمتِ عملی
(اسوۂ یوسفیؑ کے تناظر میں)

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں صرف کلمے کی دعوت تھی، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کی بات تھی۔ چند اعمال تھے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ نہیں! یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیے کہ مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی میں آپؐ نے جس نظریے کے تحت اپنی جماعت بنائی اور اس کی تربیت کی، اس کا بنیادی مقصد وہ ہدف تھا، جسے نبی اکرمؐ نے ''تسوسھم الأنبیاء'' یعنی سیاست کے عنوان سے بیان کیا۔ سیاست کا بنیادی مقصد سوسائٹی کی کمزوریوں کو دور کر کے ترقی کے راستے پر گامزن کرنا ہے۔ امکانی طور پر سوسائٹی کو کون سے معاملات درپیش ہیں، مشکلات درپیش ہیں، مسائل ہیں، غلامی ہے، بدامنی، قتل و غارت گری، مسائل و مشکلات کا انبار موجود ہے۔ سیاست کا بنیادی مقصد اُن مشکلات سے نکال کر قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ اس کے مسائل حل کرنا ہے۔ کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اُس پرانی حالت سے انھیں نکال کر ترقی اور عروج پر نہیں پہنچایا۔ کیا حضرت یوسفؑ نے مصر کی وہ مظلوم اقوام، جو اُس دور کی ظالم قوتوں، وہاں کے حکمران طبقات کے ظلم کے زیرِ انتداب زندگی بسر کرنے پر مجبور تھیں، انھیں آزادی اور حریت سے ہم کنار نہیں کیا۔ کیا معاشی بدحالی کا وہ سلسلہ جو اس زمانے میں اہلِ مصر پر مستقبل میں آنے والا تھا، حضرت یوسفؑ کی سیاسی بصیرت نے اس خرابی اور کمزوری کو سمجھا اور پوری بصیرت اور شعور کے ساتھ اس کے مطابق کام کرنے کی جدوجہد اور کوشش نہیں کی۔ قرآنی حقائق اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ تمام اعمال کیے ہیں۔ اسی تناظر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپؐ کا بھی سب سے پہلا کام جزیرۃ العرب میں ایک ایسا قومی انقلاب برپا کرنا ہے کہ جو اس سوسائٹی کے مسائل اور مشکلات کو حل کرنے کے لیے بھی اسی طرح کردار ادا کرے گا، جیسے کہ حضرت یوسفؑ کی جدوجہد اور کوشش نے کیا تھا۔ بنی اسرائیل میں حضرت یوسفؑ نے یہی کام کیا تو بنی اسماعیل میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہی کام کیا۔ وہ حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی المرتضیٰؓ، وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، جو نبی اکرمؐ کی آمد سے پہلے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، آزادی اور حریت سے محروم، تشخصات اور تعصّبات کی قید میں مقید، سرمایہ پرستی کی دیواروں کے اندر محبوس تھے، قرآن حکیم کہتا ہے کہ محمد رسول اللہؐ کی اس دعوت، آپؐ کی جدوجہد اور کوشش سے وہ تمام دیواریں گرا دی گئیں اور ان دلوں کو کھینچ کر اللہ سے جوڑنے، محبتِ الٰہی ان کے قلب، عقل اور نفس میں پیدا کر کے ایک اعلیٰ ترین مقام تک پہنچانے کا عمل نبی اکرمؐ کے ہاتھوں سے ہوا۔ یہی ہے وہ عمل، جس کی بنیاد پر آپؐ کو رحمت للعالمین کہا گیا کہ انسانوں کے گرد و پیش انسانیت کے نام پر فسطائیت کے عنوان سے سیاست و معیشت اور تہذیب و کلچر کے عنوان سے جو بھی کچھ موجود تھا، ان تمام کو گرا کر اللہ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ جوڑنے کا ایک واضح راستہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے واضح کیا۔''

ولی اللّٰہی دعوتِ فکر؛ مقاصد واہداف

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''قوموں میں جب بھی زوال اور پستی کے حالات پیدا ہوتے ہیں تو سوسائٹی میں اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے اولوالعزم انسانوں کو بھیجتے ہیں، جو سوسائٹی میں بہتری کا کام کرتے ہیں۔ اس برعظیم پاک و ہند میں حضور اقدسؐ کے ایک ہزار سال بعد جو زوال شروع ہوا، اس زوال اور پستی کے ماحول میں دین کے اس انقلابی نظریے کا شعور جن اولوالعزم لوگوں نے پیدا کیا، اس جماعت کا نام امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تربیت یافتہ ولی اللّٰہی جماعت ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ مجھے بھی اس دور میں یوسف علیہ السلام کے اسی اسوۂ حسنہ کے تحت ایسی حکمتِ عملی کے ساتھ اس خطے میں قومی انقلاب کی بنیاد رکھنا ہے، جیسے حضرت یوسفؑ نے بنی اسرائیل میں کیا تھا۔ جیسے حضرت محمدؐ نے جزیرۃ العرب میں کیا تھا۔ نبی اکرمؐ کی نبوتِ عامہ کے تحت آپؐ کی انقلابی تعلیمات کی اساس پر اس برعظیم پاک و ہند میں بسنے والی اقوام کو دین کے اُس اعلیٰ اور بلند شعور سے واقفیت دلا کر اس سوسائٹی میں بھی غلامی کی ان زنجیروں کو توڑنا ہے۔ تشخصات کی قیودات سے نکالنا ہے۔ خداپرستی کا سچا جذبہ انسانی دلوں میں منتقل کرنا ہے۔ انسانیت دوستی کا واحد راستہ ان کے سامنے روشن کرنا ہے۔ اسی جماعت نے اس تین سو سالہ دور میں زوال سے نکلنے کا وہ انقلابی راستہ متعین کیا، جس نے فکر و عمل کی دنیا میں تبدیلی پیدا کی۔ نفس، قلب اور عقل کے اندر ایک بڑا انقلاب پیدا کیا۔ جن نفوسِ قدسیہ نے اس سوچ اور فکر کو قبول کیا، وہ نہ بکے نہ جھکے، بلکہ عزم کے ساتھ، حوصلے کے ساتھ ہر دور کی غلامی کے پس منظر کو سمجھا اور اس کے مقابلے میں ایک مزاحمتی شعور دیا۔ بصیرت کے ساتھ، شعور کے ساتھ، فہم کے ساتھ، حکمتِ عملی کے ساتھ۔ تشدد اور قتل و غارت گری سے نہیں، لڑائی بھڑائی سے نہیں۔ فہم و بصیرت سے، مقاصد و اہداف کے حصول کے لیے، جیسے یوسف علیہ السلام نے بغیر کسی لڑائی بھڑائی کے ایک اعلیٰ مقصد کے تحت بنی اسرائیل میں تبدیلی کا عمل مصر کے اندر کیا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ میں کیا۔ حضور اقدسؐ کی اس سنت کو اس برعظیم پاک و ہند میں عدمِ تشدد کے اصول پر جس ولی اللّٰہی جماعت نے بصیرت و عقل کے ساتھ یہ جدوجہد اور کوشش کی، وہ دراصل امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تربیت یافتہ جماعت ہے۔ اس کا پیغام بھی وہی ہے۔ ''تفھیماتِ الٰھیہ'' میں شاہ صاحبؒ نے یہی جملے نقل کیے ہیں کہ جیسے یوسفؑ نے یہ کام کیا ہے، ایسے ہی مجھے اس دور کا یوسف بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور میں بھی یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ (108:9) میں بھی اسی راستے پر چلوں گا۔ اور یہ میرا راستہ ہے۔ اور یہ بصیرت، شعور، عقل، جدوجہد اور کوشش کا راستہ ہے۔ اسی راستے سے دنیا میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ جب تک آپ دل و دماغ کو چیر کر اُن میں وسعتِ نظری، فکری اور وحدتِ عملی پیدا نہیں کرتے اور سوسائٹی کے بنیادی مسائل کا شعور پیدا نہیں کرتے، دنیا میں سماجی تبدیلی کا عمل آگے نہیں بڑھتا۔''

www.rahimia.org

بچوں کا کالم — چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

دل نیک، خیالات پاک اور زبان میٹھی رکھو

(چوہدری افضل حق آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم و تربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

برخوردار عزیز از جان! السلام علیکم

جس کی زبان میں شیرینی ہے وہ اکثر فتح پاتا ہے، لیکن بعض لوگ دوسروں کو دھوکا دینے کے لیے اپنی زبان کو نرم رکھنے اور ملائم بات کرنے کی عادت ڈال لیتے ہیں۔ یہ ریا کاری یعنی دل میں کچھ اور زبان پر کچھ بدترین گناہ ہے۔ میں نے امرتسر جیل میں ایک نوجوان کو دیکھا 'بڑا چرب زبان یعنی میٹھی میٹھی باتوں سے اپنا بنا لینے والا' لیکن اپنا بنا کر لوٹ لینے والا۔ اس کی عادت یہی تھی۔ کئی بار سزا پا چکا تھا۔ اس لیے میٹھی زبان کے ساتھ دل پاک رہنا چاہیے۔ ہر وقت یہ خیال ہو کہ مجھ سے کسی کا بھلا ہو جائے۔ جب سب کا بھلا ہو تو سب میں میرا بھی بھلا ہو۔ دھوکا دینے کے لیے میٹھی زبان کی عادت نہ ڈالو۔ تمھارے دل میں پاک خیالات اور نیک ارادے ہونے چاہئیں۔ عمدہ گفتگو، پیاری زبان 'انسان کا زیور ہے، مگر اس وقت تک جب دل میں نیک خیالات موجزن ہوں۔ لیاقت، قابلیت وہی اچھی' جب ارادے اچھے اور دل صاف ہو۔ ورنہ ہر قسم کی قابلیتیں شیطانی کام بن کر رہ جاتی ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جب آدمی کا دل نیک اور خیالات پاک ہوں تو زبان خود بخود میٹھی ہو جاتی ہے۔ گندے خیالات کے ساتھ اکثر زبان بھی گندی ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ اپنے دل کی گندگی کو عمدہ زبان استعمال کر کے اور میٹھی بولی بول کر چھپا رکھتے ہیں، لیکن جلدی ہی ریا کاری کا پردہ چاک ہو جاتا ہے اور انسان اپنی اصلی صورت میں نظر آنے لگتا ہے۔ پیارے بچو! عمدہ عمدہ اِرادوں یعنی مخلوقِ خدا کی خدمت کے خیال کو دل میں پہلے جگہ دو۔ زبان کو قابو میں رکھو۔ بے ضرورت لوگوں کا دل دُکھانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر کسی سے بدسلوکی کا اظہار ہو تو صبر کی عادت ڈالو۔ فوراً انتقام اور بدلے کی کوشش نہ کرو۔ غصہ اور غم دُور کرنے کا سوائے اس کے کوئی نسخہ نہیں کہ انسان ہمیشہ اہلِ دنیا کی بھلائی کا خیال رکھے اور بے ہودہ گوئی سے پرہیز کرے۔ جب انسان اپنی ذات کے لیے فائدہ چاہتا ہے تو اس کی زبان پر سخت لفظ بھی آجاتے ہیں۔ خودغرضی اور اپنے فائدے کا خیال سب برائیوں کی جڑ ہے۔ خودغرضی کو چھوڑو۔ دل، دماغ اور زبان قابو میں آجائیں گے۔ ہاں میں نے بعض لوگ ایسے بھی دیکھے ہیں کہ جن کے ارادے اچھے ہوتے ہیں لیکن زبان بے قابو ہوتی ہے وہ عمر بھر لوگوں کو بلا وجہ دُکھ دیتے ہیں اور خود بھی دُکھ تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ پیارے بچو! زبان کو ایسی باتیں کہنے کا عادی بناؤ کہ جو سُنے اُس کا دل باغ باغ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمھاری باتوں سے سینے میں آگ لگ جائے اور نفرت بھڑک اُٹھے۔ اگر کسی کی خدمت نہیں کر سکتے تو زبان کو قینچی نہ بناؤ۔ جو دل کے ٹکڑے کاٹ کر رکھ دے۔ زبان گو گوشت کا لوتھڑا ہے، لیکن یہی خدا اور مخلوق کے درمیان عمدہ تعلقات قائم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ زبان کا اچھا استعمال ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔ وہی شخص دین اور دنیا میں کامیاب ہوتا ہے جو اس پر قابو حاصل کرے۔

خواتین کا کالم — مولانا عبداللہ عابد سندھی، شکارپور

خواتین کی لازوال جدوجہد

معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے، جس میں مرد و عورت دونوں باہمی تعاون سے اپنی معاشرتی زندگی گزارتے ہیں۔ اسی معاشرے میں افراد اپنی معاشرتی صفات کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ معاشرہ، جس میں مساوات، اعتدال، معاشی عدل، حقوق کی پاسداری، احترامِ انسانیت اور باہمی تعاون کی فضا نمایاں محسوس ہو، وہاں افراد اپنی زندگی میں عادل، دیانت دار، جفاکش، مظلوموں کے مددگار اور اجتماعیت پسند نظر آئیں گے، لیکن جہاں طبقات، ذاتی مفادات اور استحصالی نظام برپا ہو، وہاں نظام کے اثرات سے افراد خودغرض، ظالم، غاصب، خیانت کار، بزدل اور انفرادیت پسند ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ربّ الاقوام کو یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ انسانی سماج کو ظلم و ستم سے تباہ و برباد کر دیا جائے اور دنیائے انسانیت میں بگاڑ پیدا کر دیا جائے۔ لہٰذا اس نے انبیا علیہم السلام کی اجتماعیت اور بعد میں انسان دوست جماعتوں کی ایک طویل جدوجہد کے ذریعے ظالمانہ نظام کے خاتمے اور عادلانہ نظام کے قیام کا کام کیا۔ نظام کی تبدیلی کی اس راہ میں جس قدر مردوں نے جدوجہد کی اور بیش بہا قربانی دی، اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ اس میں عورتوں نے بھی اپنا حصہ شامل کیا، جسے انقلابی تاریخ نے خود سنہری حروف میں رقم کیا ہے۔ دراصل کسی بھی نظام کی تبدیلی کے لیے افراد سازی کے ذریعے ماحول بنانا اور ذہنوں کو مسخر کر کے اجتماعیت تشکیل دینا ایک طویل اور صبر آزما مرحلہ ہے۔ اسلام کے دورِ اوّل میں اس پر خوب محنت کی گئی، جس میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں تھی، بلکہ اس وقت عورتوں کی ذمہ داری کچھ دوچند ہی نظر آتی ہے۔

دورِ نبویؐ میں جس قدر عورتوں نے اپنے نظریے پر استحکام اور اس کی تربیت میں مسلسل جدوجہد اور قربانیاں دیں، وہ قابلِ رشک ہیں۔ وہ بھی تو ایک عورت تھی، جس نے اجنبی مہمانوں کی میزبانی میں خود اور اپنے بچوں کو بھوکا رکھا۔ اور وہ بھی ایک عورت تھی، جس نے اپنے شوہر کے اسلام قبول کر کے تبدیلیِ نظام کی اس اجتماعیت میں شامل ہونے کو اپنا مہر قرار دے دیا۔ جس نے چار چار جگر کے گوشے شہید ہونے پر شکرانے کے نوافل ادا کیے۔ جس نے چکی پیسنے اور مشک کمر پر لاد کر لانے سے پڑنے والے نشاناتِ جسمانی کو برداشت کر کے اپنی کنیزیں اَوروں کو خدمت کے لیے سپرد کر دیں۔ اور اس نے پھٹے ہوئے کپڑوں میں پیوند لگا کر پہننا گوارہ کیا اور اسی طرح نظریۂ عدل کی حکمرانی برقرار رکھنے کے لیے اس دور کی عورت نے اپنا سب کچھ اجتماعیت کے سپرد کر کے اپنا تاریخی کردار ادا کیا۔ یہی نہیں، بلکہ دورِ نبویؐ کے بعد بھی اس عورت کا کردار باقی نظر آتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ زمانہ حضرت خدیجہؓ کو نہیں بھلا سکتا، جنھوں نے اپنے شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی کے نزول کے وقت حوصلہ اور اعتماد کا سہارا دیا۔ حضرت خنساؓ کو نہیں بھول سکتا، جنھوں نے جنگِ قادسیہ میں اپنے چار جوان بیٹوں کو شہید ہونے کی ہدایت دے کر رزمگاہ میں بھیجا۔ حضرت اسماؓ کی شجاعت کو نہیں بھول سکتا، جس کی بدولت ان کے لختِ جگر حضرت زبیرؓ حاکم وقت حجاج بن یوسف کی سخت گیری کے خلاف آخر وقت تک ثابت قدم رہے۔ (بقیہ: صفحہ 11 پر)

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کا سلیقہ دعوت و گفتگو

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کا خانوادہ جہاں علمی حوالے سے ممتاز مقام رکھتا ہے، وہاں سماجی مسائل اور ان کے حل کی حکمت عملی اور ہر محفل کے مطابق گفتگو کے فن سے بھی واقفیت کا حامل تھا۔ چناں چہ خاں صاحب روایت کرتے ہیں: مرزا ثریا جاں بیان فرماتے تھے کہ اکبر شاہ بادشاہِ دہلی کی ایک بہن تھیں، جن کو بی چھکو کہتے تھے۔ یہ اکبر شاہ سے بہت بڑی تھیں اور انھوں نے اکبر شاہ کو گود میں کھلایا تھا۔ غرض تمام اہل قلعہ ان سے دبتے تھے اور یہ کوستی اور گالیاں بہت دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ چند شہزادوں اور چند شُہدوں نے مشورہ کیا کہ ایک دن بھرے مجمع میں بی چھکو سے مولوی اسماعیل کو گالیاں دلوانی چاہئیں اور اس کے لیے تدبیر یہ کی گئی کہ ان شہزادوں نے ایک دعوتی جلسہ تجویز کیا، جس میں بی چھکو کو بھی مدعو کیا اور مولانا شہیدؒ کو بھی اور جو شہزادے اور شُہدے اپنے ہم مذاق تھے، ان کو بھی دعوت دی گئی۔ اور جو شہزادے وغیرہ ان کے ہم مذاق نہ تھے، ان کو مدعو نہیں کیا گیا۔ اور اس عرصے میں یہ کارروائی کی گئی کہ مولانا شہیدؒ کی طرف سے بی چھکو کو خوب بھر دیا گیا کہ اسماعیل؛ بی بی کی صحنک کو منع کرتا ہے۔ اور میراں کے بکرے کو ناجائز کہتا ہے اور فلاں کے روٹ کو منع کرتا ہے۔ فلاں کے توشے اور شیخ عبدالقادرؒ کی گیارہویں کو منع کرتا ہے اور یہ کرتا ہے، وہ کرتا ہے۔ جب خوب اچھی طرح بی چھکو کے کان بھر دیے تو جلسہ منعقد کیا گیا۔ سب لوگ جلسے میں آئے اور بی چھکو بھی آئیں، مگر یہ پردے میں تھیں۔

اتفاق سے مولوی اسماعیل صاحب کو ذرا دیر ہوگئی۔ اس پر اوران کو موقع ملا اور انھوں نے بی چھکو سے کہا کہ دیکھئے! یہ شخص کتنا مغرور ہے کہ اب تک نہیں آیا۔ اس پر وہ اور بھی برہم ہوگئیں۔ غرض جب مولانا شہیدؒ جلسے میں پہنچتے ہیں، اس وقت یار لوگ بی چھکو کو خوب برہم کر چکے تھے۔ ان کے پہنچنے پر بی چھکو نے غصے کی آواز سے پوچھا کہ عبدالعزیز کا بھتیجا اسماعیل آ گیا! مولانا جلسے کا رنگ دیکھ کر تاڑ گئے تھے کہ آج ضرور کوئی شرارت کی گئی ہے۔ آپؒ نے اس کا تو کچھ جواب نہیں دیا اور فرمایا: اخاہ! یہ آواز تو چھکو اماں کی معلوم ہوتی ہے۔ اماں سلام! جب انھوں نے اس انداز سے گفتگو کی تو بی چھکو کا غصہ سب کافور ہوگیا اور انھوں نے بڑوں کے قاعدے سے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور اِدھر اُدھر کی دو چار باتیں کر کے کہا: اسماعیل! ہم نے سنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ: اماں! میں منع نہیں کرتا۔ بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں بی بی کی صحنک کو منع کروں۔ انھوں نے کہا کہ: لوگ کہتے ہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ: جو کوئی کہتا ہے، غلط کہتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بی بی کے ابا جان منع کرتے ہیں۔ میں لوگوں کو بی بی کے ابا جان کا حکم سناتا ہوں۔ اس پر بی چھکو نے حیرت کے لہجے میں فرمایا کہ: بی بی کے ابا جان منع کرتے ہیں! مولاناؒ نے فرمایا: جی ہاں! چناں چہ وہ فرماتے ہیں: ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ، فَهُوَ رَدٌّ'' (جس نے ہمارے دین میں ایسی نئی بات پیدا کی، جو دین میں نہیں تو وہ ردّ کر دینے کے قابل ہے۔) اور حدیث پڑھ کر اس کی تفصیل فرمائی اور اس سے صحنک کی ممانعت ثابت فرمائی۔ بی چھکو نے جو یہ تقریر سنی تو مان گئیں اور کہا کہ اب سے اگر کوئی عورت کرے گی تو اس حرام زادی کی ناک چٹیا کاٹ لوں گی۔ ہم بی بی پر ایمان نہیں لائے۔ ہم تو بی بی کے ابا پر ایمان لائے ہیں۔ جب وہ منع کرتے ہیں تو پھر ہم کیوں کریں۔ دیکھا آپ نے! کس طرح شاہ اسماعیل شہیدؒ نے مجلس کے مقاصد کو بھانپ کر، اماں کے جذبات کو سب سے پہلے مؤدب گفتگو اور سلام وکلام سے ٹھنڈا کیا اور پھر ان کے سوال کا حکیمانہ جواب دے کر اُلٹا ان کو اپنا ہم نوا بنا کر سازش کا جڑ سے خاتمہ کر دیا!۔

(بقیہ: عظمت کے مینار؛ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ)

فقہی اختلافات میں مطابقت، صوفیائے عصر اور تصوف کی اصلاح اور ہندوستان میں اصولِ حدیث اور تفسیر کا فروغ آپؒ کے خاص کارنامے ہیں۔ قرآنِ حکیم کا اس وقت کی سرکاری زبان فارسی میں ترجمہ فتح الرحمٰن آپؒ کا خاص علمی کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ 90 سے زائد کتب کی تدوین کی۔ شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ عربی اور فارسی میں بہت عمدہ شعر کہے۔ 'امین' تخلص کرتے تھے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ معاشرتی معاملات میں دور رَس رائے رکھتے تھے۔ حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد سلاطینِ اسلام، اُمرا و اراکین دولت، سپہ سالاروں، اہل صنعت وحرفت، مشائخ و پیرزادوں، غلط کار علما اور عام عوام کی توجہ ان کے حل کی طرف مبذول کرانے کے لیے خطابات کیے۔ سیاسی استحکام، معاشی مساوات اور معاشرتی ارتقا کے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق افکار و نظریات مدوّن کیے۔ مرہٹوں کی بغاوت کو کچلنے کے لیے احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی، جس نے 1761ء میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو شکست دی۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جن بنیادی نظریات کو پیش کیا' ان میں قرآنِ حکیم بطور انقلاب آفرین نظام، قرآنی تعلیمات کے زیر اثر اجتماعی تحریک، ہر شعبۂ زندگی میں دین کا غلبہ، بنیادی اَخلاقیات اور معاشرتی عدل اور معاشی مساوات کے نظام کا قیام شامل ہیں۔ جدید دور کے مسائل کا حل آپؒ نے اس انداز سے پیش کیا ہے، جس کی مثال نہیں ملتی۔ اسی وجہ سے آپؒ کو ''قائم الزمان'' اور ''مجددِ دوراں'' کے اَلقاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے نہ صرف یہ کہ ان اجتماعی مسائل کے حل کے لیے افکار و نظریات پیش کیے، بلکہ ان نظریات پر ایک جماعت بھی تیار کی۔

آپؒ کی تحریک کا نصب العین ہمہ گیر اجتماعی تبدیلی تھا۔ اس تحریک کے اہم اراکین میں مولانا محمد عاشق پھلتیؒ، مولانا نور اللہ بڈھانویؒ، مولانا محمد امین کشمیری ولی اللّٰہیؒ، شاہ ابوسعید بریلویؒ، مولانا مخدوم لکھنویؒ، مولانا مخدوم محمد معین ٹھٹھویؒ اور آپؒ کے فرزندان شامل تھے۔ شاہ صاحب سائنسی انداز میں کام کرنے میں ماہر تھے۔ بقول امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ: ''والدِ ماجد نے (کمال مہارت سے) ہر فن کے لیے ایک شخص تیار کر لیا تھا۔ جس فن کا جو طالب ہوتا' اس کو اسی فن کے استاد کے سپرد فرما دیتے تھے۔'' امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی تحریک کے فروغ کے لیے ملک بھر میں مراکز کی بنیاد رکھی۔ ولی اللّٰہی تحریک کے اہم مراکز میں دہلی، رائے بریلی، نجیب آباد، لکھنؤ اور ٹھٹھہ قابلِ ذکر ہیں، جہاں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے تربیت یافتہ افراد نے ولی اللّٰہی علوم وفنون پر عوام وخاص کی تربیت کا اہتمام کیا۔

حضرت امام دہلویؒ 61 سال 4 ماہ کی بھرپور اور انتہائی متحرک زندگی گزارنے کے بعد ۲۹/محرم الحرام ۱۱۷۶ھ/21/اگست 1762ء میں وصال فرما گئے۔ آپ کا مزار آبائی قبرستان مہندیان میں اپنے والدِ گرامی کے پہلو میں مرجع عام وخاص ہے۔

www.rahimia.org

حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ کا سانحۂ ارتحال

محمد عباس شاد، لاہور

حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ مسند نشین خانقاہِ قادریہ راشدیہ دین پور شریف مؤرخہ 26 /نومبر 2014ء کو دین پور شریف خان پور ضلع رحیم یار خان میں قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ حضرت دین پوریؒ کا وصال ایک عظیم سانحہ ہے۔ پُرانے بزرگوں کے تربیت یافتہ علمائے ربانیین کا اس دنیا سے رخصت ہونا یہاں رہنے والوں کے لیے بڑا ہی تکلیف دہ اور نقصان کا باعث ہے۔

حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ نہ صرف اپنے دادا حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ اور والدِ محترم میاں عبدالہادی دین پوریؒ کے تربیت یافتہ تھے، بلکہ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے عزیز شاگرد اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تربیت یافتہ تھے۔ مولانا دین پوریؒ حضرات مشائخ دین پور اور حضرت سندھیؒ کے فکر وعمل کے صحیح وارث اور مستند جانشین تھے۔ ایسے علما کا سانحۂ ارتحال بھلایا نہیں جا سکتا۔ زوال کے اس دور میں جب کہ غیر تربیت یافتہ اور نا اہل لوگ رہنمائی کے منصب پر فائز ہوتے جا رہے ہیں، ایسے ماحول میں پُرانے بزرگوں کا پے در پے اس دنیا سے چلے جانا' ملت کا عظیم نقصان اور قومی سانحہ ہے۔

حضرت مولانا سراج احمد دین پوری؛ حضرت میاں عبدالہادی دین پوریؒ جانشین حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ان کی پیدائش 1921ء میں ہوئی۔ ابتدائی دینی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورۂ تفسیر پڑھا اور 27 سال تک اُن کی خدمت میں رہ کر تصوف وسلوک کے مراحل طے کیے۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے فلسفہ ولی اللّٰہی کا درس لیا۔ اُن کے حکم پر عصری علوم حاصل کیے۔ خاص طور پر انگریزی میں بھی درک حاصل کیا۔ 1940ء میں ''جمعیت الانصار''، ''خدامِ خلق'' اور ''حزب اللّٰہ'' کے پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی اور سماجی زندگی کا آغاز کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ رہے۔ 1970ء کے الیکشن میں جمعیت کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا۔ اسی طرح انھوں نے 1977ء کا الیکشن بھی لڑا۔ 26/اگست 1978ء کو اپنے والدِ گرامی حضرت میاں عبدالہادی دین پوری کے انتقال کے بعد خانقاہِ عالیہ دین پور شریف کے سجادہ نشین ہوئے اور اس وقت سے اب تک خانقاہی ذمہ داریاں حُسن وخوبی سے سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اس دوران ہزاروں تشنگان اور متعلقین کی تربیتِ باطنی اور ظاہری فرماتے رہے۔ آپؒ اپنے مشائخ کے طرز پر سلسلے کے متعلقین کے لیے فیض رسانی کا کام بڑے حسن وخوبی کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ آپؒ سے ہزاروں متوسلین کو فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ آپؒ نے خانقاہی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ عملی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ چناں چہ ضیاء الحق کے مارشل لا کے خلاف 1983ء میں سیاسی جماعتوں کے اتحاد ایم آر ڈی کی تحریک میں بڑا سرگرم کردار ادا کیا۔ کچھ عرصہ اس کی صدارت کی ذمہ داریاں بھی ادا کیں۔

جمعیت علمائے اسلام کے مقتدر لوگوں کے ناروا رویوں سے مایوس ہو کر حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ نے 1986ء میں پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ اس کے ٹکٹ پر لیاقت پور کے قومی حلقے سے الیکشن میں حصہ لیا۔ بے نظیر بھٹو ان کو اپنے والد کی حیثیت دیتی تھی اور آپ کو ''بابا سائیں'' کہتی تھی۔ بے نظیر بھٹو کی پہلی حکومت میں آپؒ اُن کے مشیر مذہبی اُمور رہے اور ''رؤیت ہلال کمیٹی'' کے چیئرمین بھی رہے۔ پیپلز پارٹی سے آپؒ کی وابستگی آخر تک قائم رہی۔ آپؒ اس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔ عملی سیاست کے علاوہ آپؒ کی دینی خدمات بھی بے شمار ہیں۔

مشائخ رائے پور کے ساتھ بھی آپؒ کا پُرانا تعلق رہا ہے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ شریعت، طریقت اور سیاست کے حوالے سے ان دونوں حضراتؒ میں بڑی ہم آہنگی تھی۔ سیاسی مذاق اور مشرب میں بھی ایک دوسرے میں بڑی حد تک اتفاق تھا۔ حضرت سندھیؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوریؒ ایسے مشائخ کے فکر وعمل کی اہمیت ان دونوں حضرات کے ہاں یکساں تھی۔ چناں چہ 2003ء میں ایک مرتبہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ خانقاہ دین پور تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ دل کی تکلیف کی وجہ سے صاحبِ فراش تھے۔ گھر میں جب حضرت رائے پوریؒ کی آمد کی انھیں اطلاع دی گئی تو باوجود ڈاکٹروں کے منع کرنے کے حضرت دین پوری، حضرت رائے پوریؒ کے استقبال کے لیے فوراً باہر تشریف لائے اور دیر تک آپؒ کے اعزاز و اکرام میں بیٹھے رہے۔ اس دوران باوجود خدام کے روکنے اور تکلیف کے حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ نے حضرت رائے پوریؒ کو امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے بہت سے واقعات سنائے۔ دونوں مشائخ اس بات پر متفق تھے کہ اس دور میں جمعیت علمائے ہند کے بزرگوں بالخصوص حضرت مدنیؒ، حضرت سندھیؒ اور حضرت رائے پوریؒ کے فکر وعمل کی اتباع کرنے سے ہی کامیابی ہے۔ اور جو علما اور رہنما ان تینوں حضرات کے فکر وعمل کی کسی بھی وجہ سے مخالفت کرتے ہیں، وہ درست نہیں۔

اسی طرح حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مارچ 2013ء میں حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ سے ملاقات کے لیے دین پور تشریف لے گئے تو انھوں نے رائے پوری نسبت کی وجہ سے حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور پھر حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور دیگر اکابر کے بہت سے واقعات سنائے۔ فرمایا: ''دین پور اور رائے پور کی خانقاہ کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ تحریکِ آزادی میں ان دونوں خانقاہوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ حضرت مدنیؒ، حضرت رائے پوریؒ، حضرت سندھیؒ، حضرت دین

www.rahimia.org

پوریؒ، یہ تمام مشائخ ایک فکر اور نظریے کے حامل رہے ہیں اور ان سب میں بہت محبت اور باہمی تعلق رہا ہے۔'' حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ نے مزید فرمایا کہ: ''ایک دفعہ میرے والدِ گرامی حضرت میاں عبدالہادی دین پوری صاحبؒ کی دعوت پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، دین پور تشریف لائے اور یہاں ہفتہ بھر قیام کیا۔ اس موقع پر ایک دفعہ مَیں حضرت رائے پوریؒ کو وضو کروا رہا تھا، حضرتؒ نے پاؤں دھونے کے لیے اپنا جوتا اُتارا تو میرے والدِ محترم نے حضرتؒ کا جوتا اُٹھا کر اپنے سر، سینے اور چہرے پر ملنا شروع کر دیا۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ ''حضرت! یہ کیا کر رہے ہیں؟'' حضرت میاں عبدالہادیؒ نے فرمایا'' چاہتا ہوں کہ نجات ہو جائے اور جنت میں آپ کا ساتھ ہو۔'' حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ ''ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔''

انھوں نے مزید فرمایا کہ: ''حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ بھی یہاں ایک ایک ہفتہ قیام فرماتے تھے۔ حضرت مدنیؒ کے لیے جب بھی چارپائی بچھانے کا انتظام کیا گیا، تو حضرتؒ فرماتے کہ ''میں یہاں زمین پر لیٹوں گا۔'' چناں چہ حضرت مدنیؒ چارپائی اٹھوا دیتے اور نیچے زمین پر ہی آرام فرما ہوتے تھے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا تو یہاں اس مسجد کے بڑے دروازے کے اوپر کے حجرے میں قیام رہتا تھا۔'' پھر حضرت سندھیؒ کے بہت سے واقعات بیان فرمائے۔ فرمایا: ''مجھے امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اپنی کتاب ''التمهيد لتعريف ائمّة التّجديد'' پڑھنے کے لیے دی تھی۔ میں نے اس زمانے میں اُسے پورا پڑھا تھا۔'' حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے فرمایا کہ ''احقر نے اس کتاب کا اردو ترجمہ مکمل کیا ہے۔'' اس پر حضرت دین پوریؒ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ: ''یہ وقت کی ضرورت ہے۔'' بعد میں انھوں نے اس اردو ترجمے پر اپنی تقریظ بھی لکھ کر روانہ فرمائی۔ اسی مجلس میں حضرت دین پوریؒ کے حاضر باش ایک صاحب نے بتایا کہ چند روز قبل حضرت مولانا دین پوریؒ سے ایک صاحب نے کہا کہ: ''حضرت! افغانستان میں طالبان خلافتِ راشدہ کے نظام کے لیے کوشاں ہیں، ان کے لیے دعا فرمائیں۔'' حضرت دین پوریؒ نے فرمایا کہ: ''حضرت سندھیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: اس دور میں مسلمانوں کی کوئی حکومت نصوصِ قرآنیہ کے خلاف قانون سازی نہ کرے اور عدل و انصاف، امن و امان اور معاشی عدل کا نظام قائم کر دے تو یہ کافی ہے۔ خلافتِ راشدہ کا نظام تو بہت اونچا ہے۔ اس دور میں اس کی نقل کرنا بڑا مشکل ہے۔'' اس ملاقات میں حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ نے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کی دین پور بارہا آمد کے بارے میں بھی تذکرہ کیا اور فرمایا کہ: ''وہ ہمارے بڑے گہرے دوست تھے۔ انھوں نے نوجوانوں کی شعوری تربیت کے لیے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔'' انھوں نے حضرت رائے پوری رابعؒ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے بہت سراہا۔ آخر میں حضرت دین پوریؒ نے اکابر علمائے ربانیین کے مشن کے فروغ اور خانقاہِ دین پور اور رائے پور کے مشن کے پھیلاؤ کے لیے دعا فرمائی۔ اس موقع پر حضرت مولانا دین پوریؒ کے پوتے مولانا ارشاد احمد دین پوری نے حضرت رائے پوری کی بہت خاطر تواضع کی۔ مدرسہ کی قدیم عمارت اور لائبریری بھی دکھائی، آرام اور قیام کا بھی بڑا اہتمام کیا۔

حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ کے انتقالِ پُرملال سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ سچے علمائے ربانیین کے تربیت یافتہ اور ان کے سچے جانشین حضرات اٹھتے جاتے ہیں اور ان کے فکر و عمل کو اپنانے والے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے وقت میں اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ فتنوں اور گمراہی کے ماحول سے بچنے کے لیے حضرات مشائخ رائے پور، حضرات مشائخ دین پور اور حضرات مشائخ دیوبند جو کہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سلسلے کی کڑی ہیں، کے فکر و عمل کو پوری شعوری جدوجہد سے سمجھا جائے اور اس کے مطابق منظم جدوجہد کو آگے بڑھایا جائے۔ تاکہ دینِ حق کے خلاف پیدا ہونے والے گمراہ کن افکار و نظریات اور فتنہ انگیزی کرنے والی جماعتوں کے شرّ سے محفوظ رہا جائے۔ سامراج دشمن علما کے فکر و شعور کو سمجھنے سے ہی ترقی اور کامیابی کی راہیں کھل سکتی ہیں اور سامراجی نظام کو شکست دی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے علمائے ربانیین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ کے جانشین اور متعلقین کو اپنے بزرگوں کی سچی اتباع میں قبول فرمائے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے اور ان کے سلسلے کے فروغ کے لیے جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ، ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے سرپرست ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن اور صدر حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور دیگر تمام وابستگانِ سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور نے حضرت مولانا سراج احمد دین پوریؒ کے سانحۂ ارتحال کو اُمت کے لیے عظیم نقصان قرار دیا اور ان کے بلندیٔ درجات کے لیے دعا کی۔

یہ حضرات، حضرت دین پوری کے جانشین میاں مسعود احمد دین پوری اور دیگر تمام متوسلین و متعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کے فیض کو جاری رکھے اور ہم سب کو اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: خواتین کا کالم

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ وقت کے حکمران طبقے نے جب بھی نظام میں بگاڑ پیدا کرنا چاہا تو انھیں تنبیہ کرنے والوں میں عورت بھی شامل رہی اور جس طرح ماضی میں سماجی تبدیلی عورت کی مدد سے پایۂ تکمیل تک پہنچی ہے، اسی طرح مستقبل میں بھی عورت کے اس سمت مائل ہوئے بغیر تبدیلی ممکن نہیں۔ عورت ماں ہے، بہن، بیٹی اور بہو ہے اور ہر گھر میں ہے۔ افرادی قوت کا نصف حصہ اس پر مشتمل ہے۔ اس لیے اس کی شرکت کے بغیر کوئی بھی معرکہ سر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے آج کی عورت یہ جان لے کہ اس کا مقام محض خانہ داری یا حصولِ رزق کی سرگرمی نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر قومی و بین الاقوامی نظام میں اپنے بچوں کی تربیت کر کے شریکِ کار رہنا ہے اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے کی جدوجہد کرنی ہے، جہاں اس کی جان و مال اور آبرو کو مکمل تحفظ حاصل ہو۔

www.rahimia.org

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ

(کی 15 دسمبر 2014ء کو کراچی آمد پر استقبالیہ تقریب میں پیش کی گئی۔ از وسیم اعجاز)

آؤ کہ آج مہر جہاں تاب آگئے — خالق کے عبد، انجم و مہتاب آگئے
ان کا خیال، اشک کے سیلاب آگئے — جو خواب میرے دیدۂ بے خواب آگئے
پلکیں سبھی نے راہ میں ان کے بچھائی ہیں — کہنے کو مرحبا سبھی احباب آگئے
محوِ سخن ہیں سب سے، توجہ سبھی کی طرف — تزکیۂ قلوب کو احباب آگئے
سب کو انھی کی صحبتِ صالح سے ملے گا — ہم کو انھی کے فیض سے آداب آگئے
مسحور ہوگئے ہیں تری گفتگو میں سب — بس کہ سمجھ میں دور کے اسباب آگئے
تشنہ لبی وسیم جو آئے حضور میں — واللہ ان کی بزم سے شاداب آگئے

(بقیہ: درسِ حدیث) اسے ہم دوسرے لفظوں میں یوں بھی ادا کر سکتے ہیں کہ ایمان و اسلام اپنے ناموں تک سے بھی امن و سلامتی کی دعوت لے کر آیا ہے تو وہ اپنی تعلیمات، اپنے علمی پروگراموں میں اور اپنے علمی مسائل و حقائق سے امن و سلامتی کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ ایک مسلمان کا سب سے پہلا واسطہ جب کسی راہ گیر یا مسافر سے پڑتا ہے تو اسلام نے سلام کا حکم دیا، جو کہ اس طرح سے ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ جس کی ابتدا ہی اوّل تو اللہ کے نام سے ہوتی ہے، جو خود موجبِ خیر و برکت ہے۔ پھر اس میں رحمۃ اللہ و برکاتہٗ کا لفظ اضافہ کیا گیا ہے، جس میں مخاطب کو السلام علیکم میں دعا دی جاتی ہے کہ تیرے اوپر اس قدوس و سلام جلّ ذکرہٗ کی رحمت و برکت نازل ہو۔ گویا سب سے پہلے مخاطب کے ذہن میں سلم و سلامتی اور امن و سکون کا جذبہ بھرا جاتا ہے۔ تا کہ وہ بھی اس جذبۂ امن سے پُر ہو کر سلام کرنے والے کو دعا دے۔

اسلام نے انسانوں کے مجموعے کو شخصِ واحد قرار دیا ہے۔ ان سب افراد کو اس مجموعے کا جز یا جسمِ واحد کے اعضا بتلا کر ان میں اخوت و ملنساری قائم فرمائی ہے، تا کہ ان میں ہمدردی باہمی کے جذبات کارفرما ہوں اور امن و سکونِ باہمی کی جڑیں ان میں جم جائیں۔ اسی کو حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَللّٰھُمَّ اَشْھِدُ أَنَّ النَّاسَ کُلُّھُمْ اِخْوَۃٌ" اس کا حاصل بھی اخوتِ انسانی ہی ہے، جب کہ سب کے وجود کی جڑ جو اِن میں قدرِ مشترک ہے، وہ خلقِ الٰہی ہے۔ یعنی جب تم سارے انسان ایک اصل سے وابستہ ہو اور وہ وجودِ الٰہی ہے تو سب کے سب ایک اصل کی شاخیں ہوئیں اور ایک شاخ دوسری شاخ کی دشمن نہیں ہوتی کہ اسے کاٹ پھینکنے کی تگ و دو میں لگی رہے۔

(استفادہ از مجموعہ رسائل حکیم الاسلام۔ از قاری محمد طیب قاسمیؒ۔ ص: 126 تا 136)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مولانا مفتی عبدالقدیر شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال 1 اگر قصر نماز میں غلطی ہوجائے تو کیا کرنا چاہیے؟ اور اگر فرض نماز کی قصر ادا کر دی جائے اور سنت کی قصر نماز ادا نہ کی ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ زاہد محمود

جواب اگر ایسی غلطی ہو، جس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہو، تو اس سے سجدہ سہو لازم ہوجائے گا۔ قصر کا تعلق فرض نمازوں سے ہے۔ سنن اور نوافل میں قصر نماز نہیں ہوتی، بلکہ دورانِ سفر سنن، نوافل کے درجے پر آجاتے ہیں۔ البتہ اگر وقت ہو تو پڑھ لینا بہتر ہے۔

سوال 2 حدیث "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاکَ" (اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں یہ کائنات پیدا نہ کرتا) یہ حدیث موضوع ہے یا صحیح؟ یہ ربیع الاوّل میں میلاد کی محافل میں اکثر بیان کی جاتی ہے۔ بہت سے اہل حدیث کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

جواب یہ حدیث لفظاً تو موضوع ہوسکتی ہے، لیکن معنی میں صحیح ہے۔

سوال 3 موبائل فون ایک جدید ایجاد ہے۔ جس کے باعث رابطے کی انتہائی آسان سہولتیں میسر ہوگئی ہیں، لیکن بعض اوقات اس کا غیر محتاط استعمال کئی ایک سماجی و نفسیاتی مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ کیا کسی کے ساتھ ٹیلیفونک رابطے کے بھی کوئی آداب ہیں؟

جواب یقیناً ٹیلیفونک رابطہ بھی بالمشافہ گفتگو کی ایک صورت ہے، اس میں گفتگو کے تمام آداب ملحوظ رکھے جانے چاہئیں۔ چوں کہ دونوں ہم کلام حضرات سامنے نہیں ہوتے، اس لیے اس میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ مثلاً یہ دیکھنا ہوگا کہ آرام، کھانے نمازوں، تعلیم و تعلّم، میٹنگ یا ڈیوٹی میں مصروفیت کے اوقات نہ ہوں۔ پھر بات بھی حقیقت پر مبنی اور مختصر کی جائے۔ لمبی بات کرنے کے لیے ٹائم لیا جائے۔ کمپنیوں کے پیکج لگا کر اپنا اور دوسروں کا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس میں سرمایہ اور وقت دونوں کا ضیاع ہے۔ شرعی مسائل کی دریافت کے لیے ٹیلیفونک رابطے کی بجائے معتمد عالمِ دین سے ملاقات کے لیے ٹائم لے لیا جائے۔ کال کے رابطے پر اگر کال کاٹ دی جائے تو دوبارہ رابطہ وقفے کے بعد کیا جائے۔ مصروفیت کے اوقات میں ایمرجنسی کال کی صورت میں بات انتہائی مختصر کی جائے یا میسج بھیج دیا جائے۔ اسی طرح سننے والوں کو موبائل اپنے پاس رکھنا اور آن رکھنا چاہیے۔ اگر رابطے کے وقت کال کاٹ دی تھی تو فراغت کے وقت خود کال کر کے اطلاع کر دی جائے۔

www.rahimia.org

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف انژ (حیدر آباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصوی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام
"رحیمیہ لاہور" میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔